SLO-Based

جماعت
بارھویں

یونیک نوٹس



اُردُو

سیشن 2026-27ء کے لیے
PECTAA کے نئے نصاب 2025-26ء کے عین مطابق

SAMPLE COPY
Not for Sale

یونیک نوٹس

اُردُو



SAMPLE COPY
Not for Sale

یونیک نوٹس اُردُو جماعت بارھویں

جملہ حقوق بحق یونیک پبلی کیشنز (ناشر) محفوظ ہیں
©۲۰۱۱، یونیک پبلی کیشنز

جملہ حقوق محفوظ ہیں۔ یونیک پبلی کیشنز (ناشر) کی پیشگی تحریری اجازت کے بغیر
اس کتاب کے کسی حصہ کی نقل، اشاعت یا منتقلی، اور بازیافت کے کسی نظام (کمپیوٹر وغیرہ) میں
کسی قسم کی خازنیت یا تحفیظ کسی بھی طریقہ سے، کسی بھی شکل میں نہیں کی جاسکتی۔

مضمون : اُردُو
جماعت : بارھویں
ناشر : یونیک پبلی کیشنز
کمپوزنگ : یونیک پبلی کیشنز (کمپوزنگ سیکشن)

SAMPLE COPY
Not for sale

سبق 1

حمد

سیّد صبیح الدین رحمانی (پیدائش:۱۹۶۵ء)

سیّد صبیح الدین رحمانی نام اور تخلص صبیح کرتے ہیں، کراچی میں پیدا ہوئے۔ جامعہ کراچی سے ایم۔اے اردو کی ڈگری حاصل کی اور پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن میں ملازمت اختیار کی۔ ریٹائرمنٹ کے بعد مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ آپ ''نعت ریسرچ سنٹر'' کے بانی وسیکرٹری ہیں۔ ان کی نعتیہ شاعری سے شغف کا سبب گھریلو ماحول اور عشقِ رسول خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کا جذبہ اور سیرتِ رسول خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ سے گہری وابستگی ہے۔ انھوں نے نعت خوانی کا آغاز پرائمری جماعت سے کیا۔ اس زمانے میں سکول اور دیگر مواقع پر نعت خوانی کے مقابلوں میں شرکت یقینی ہوتی تھی۔ بعدازاں آپ نے متعدد ممالک میں نعت خوانی کی سعادت حاصل کی جس کا سلسلہ تاحال جاری ہے۔ آپ نعت کے شاعر ہی نہیں بلکہ نعتیہ ادب کے محقق ونقاد اور نعت خواں بھی ہیں۔ آپ کی حمد ونعت کو زندگی ہی میں شہرتِ عام حاصل ہوگئی ہے۔ سیّد صبیح الدین کی نعتیہ شاعری ''کلیاتِ صبیح رحمانی'' کے نام سے شائع ہوچکی ہے۔ اس کے علاوہ نعتیہ وحمدیہ ادب کی تحقیق وتنقید پر مشتمل بہت سی کتابیں شائع ہوچکی ہیں۔

مشکل الفاظ کے معانی ومفاہیم

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
حَرَم	احترام کے لائق، محترم، مکہ ومدینہ اوران کے گردا گرد چند میل کا علاقہ حرم کہلاتا ہے	صفاومروہ	دو پہاڑیوں کے نام ہیں جو مکہ مکرّمہ میں خانہ کعبہ کے نواح میں ہیں۔
حطیم کعبہ	خانہ کعبہ کے شمال کی طرف نیم دائرے کی شکل میں بنی چھوٹی سی ایک دیوار ہے جس کو قربان گاہ کہتے ہیں۔	میزاب رحمت	خانہ کعبہ کی چھت پر نصب سنہری پرنالہ
سنگِ اَسوَد	وہ سیاہ پتھر جو خانہ کعبہ کی دیوار میں نصب ہے۔ جنت سے آیا ہوا پتھر جسے رسول اکرم خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے بوسہ دیا۔	صدا	آواز
خطائیں	غلطیاں	محشر	قیامت

SAMPLE COPY Not for sale

حمد

شاعر کا نام: سیّد صبیح الدین رحمانی

خلاصہ

میں خانہ کعبہ کے روح پرور منظر کو دیکھ کر بے اختیار اللہ اکبر کہتا ہوں۔ حرم کی فضا میں گونجتی اذانیں اور ذکرِ الٰہی میرے ایمان کو تازگی عطا کرتے ہیں۔ میزابِ رحمت کے نیچے بارش اور رحمت کے نزول کو دیکھ کر میرے دل میں یہ یقین مزید مضبوط ہو جاتا ہے کہ یہ وہ مقام ہے جہاں دعائیں رد نہیں ہوتیں۔ میں غلافِ کعبہ کو تھام کر اپنے گناہوں پر ندامت کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں رجوع کرتا ہوں اور اس کی مغفرت کا امیدوار ہوں۔ اے حجرِ اسود! تو کیسا خوش نصیب ہے کہ اللہ نے تجھے جنت سے زمین پر اتارا اور محبوب خدا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے تجھے بوسہ دیا۔ میں دُعا گو ہوں آبِ زم زم پی کر ساقیِ کوثر کی مہربانی سے سیراب رہوں۔ حرم کی ہر نشانی، ہر منظر اور ہر عبادت مجھے اللہ کے فضل و کرم کی طرف متوجہ کرتی ہے اور میں یہ دعا کرتا ہوں کہ مجھے بار بار اس مقدس گھر کی حاضری نصیب فرما۔ آخر میں میرا یقین کہتا ہے کہ صرف اس کی بخشش، رحمت اور رضا ہی اصل کام یابی ہے۔

شاعر کا نام: سیّد صبیح الدین رحمانی

مرکزی خیال

بیت اللہ اور حرمِ مکہ اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانیوں اور بے پایاں رحمتوں کا مرکز ہیں، جہاں ہر منظر انسان کے ایمان کو تازگی، دل کو سکون اور روح کو پاکیزگی عطا کرتا ہے۔ خانہ کعبہ کی زیارت، اذانوں کی گونج، میزابِ رحمت، حجرِ اسود، آبِ زم زم اور دیگر شعائرِ اسلام دراصل اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی عظمت و جلال کے مظاہر ہیں۔ شاعر اس مقدس ماحول میں اپنی بندگی، عاجزی اور توبہ کا اظہار کرتا ہے اور اس یقین کو مضبوط کرتا ہے کہ اصل کام یابی دنیا کی آسائشیں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت، رحمت، رضا اور آخرت کی طلب ہے۔ یہ نظم بندۂ مومن کو اللہ کی طرف رجوع، استغفار اور شعائرِ الٰہی کی تعظیم کا پیغام دیتی ہے۔

شعر نمبر 1

کعبے کی رونق کعبے کا منظر، اللہ اکبر، اللہ اکبر
دیکھوں تو دیکھے جاؤں برابر، اللہ اکبر، اللہ اکبر

SAMPLE COPY Not for sale

مفہوم:

شاعر بیت اللّٰہ کے نورانی، دل آویز اور روح پرور منظر کو دیکھ کر اللّٰہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا اعتراف کرتا ہے۔ کعبہ ایسا مقدّس مقام ہے کہ ایک مومن اس کے حسن و جلال میں اس قدر محو ہو جاتا ہے کہ اس کی نگاہیں اس سے ہٹنے کا نام نہیں لیتیں۔ اس کیفیتِ عشق، عقیدت اور حیرت میں اس کی زبان سے بے اختیار ''اللّٰہ اکبر'' کے الفاظ نکلتے ہیں۔

تشریح:

اس شعر میں شاعر نے خانہ کعبہ کی ظاہری رونق، روحانی عظمت اور اس کے دل موہ لینے والے منظر کو نہایت دل نشین انداز میں پیش کیا ہے۔ بیت اللّٰہ، اللّٰہ تعالیٰ کا پہلا گھر، مسلمانوں کا قبلہ اور پوری اُمتِ مسلمہ کی وحدت کی علامت ہے۔ جب ایک مومن پہلی مرتبہ خانہ کعبہ پر نظر ڈالتا ہے تو اس کا دل خشوع، محبّت، عقیدت اور شکر گزاری کے جذبات سے لبریز ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے گناہوں پر نادم ہوتا ہے، اللّٰہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار بنتا ہے اور اسے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اس کا ربّ اس سے بہت قریب ہے۔ اس کی آنکھیں اشک بار ہو جاتی ہیں اور دل چاہتا ہے کہ یہ روحانی منظر کبھی نظروں سے اوجھل نہ ہو۔ شاعر نے اسی کیفیت کو ''دیکھوں تو دیکھے جاؤں برابر'' کے الفاظ میں سمو دیا ہے۔

؎ کعبے پہ پڑی جب پہلی نظر، کیا چیز ہے دنیا بھول گیا
یوں ہوش و خرد مفلوج ہوئے، دل ذوقِ تماشا بھول گیا
(جمیل الدین عالی)

اللّٰہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: ''بے شک (عبادت کے لیے) پہلا گھر جو لوگوں کے لیے بنایا گیا جو مکہ میں ہے تمام جہان والوں کے لیے برکت والا اور ہدایت کا (مرکز) ہے۔'' (سورۃ آل عمران:۹۶)

یہ آیت اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ خانہ کعبہ پوری انسانیت کے لیے ہدایت، برکت اور اللّٰہ تعالیٰ کی نشانی ہے۔ یہی وہ مقدس مقام ہے جس کی طرف رخ کر کے مسلمان دن میں پانچ مرتبہ نماز ادا کرتے ہیں۔ شاعر بھی اسی بابرکت گھر کے حسن و جلال کو دیکھ کر اللّٰہ تعالیٰ کی عظمت بیان کرتا ہے۔

حج اور عمرہ صرف ایک عبادت نہیں بلکہ ایمان، صبر، مساوات، اخلاص اور اللّٰہ تعالیٰ کی اطاعت کا عملی مظاہرہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر صاحبِ استطاعت مسلمان کی یہ آرزو ہوتی ہے کہ اسے بار بار بیت اللّٰہ کی حاضری نصیب ہو۔

خانہ کعبہ کی بنیادیں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اللّٰہ تعالیٰ کے حکم سے بلند کیں۔ قرآنِ مجید میں ارشاد ہے:

ترجمہ: ''اور (یاد کرو) جب ابراہیم (علیہ السلام) اور اسمٰعیل (علیہ السلام) گھر (کعبہ) کی بنیادیں اٹھا رہے تھے۔ (اور دعا کر رہے تھے) اے ہمارے رَبّ! تو ہماری طرف سے (یہ عمل) قبول فرما بے شک تو ہی خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔'' (سورۃ البقرہ:۱۲۷)

SAMPLE COPY
Not for sale

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ بیت اللہ کی بنیاد اخلاص، توحید اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر رکھی گئی۔ انبیائے کرام علیہم السلام نے اس عظیم خدمت کے بعد بھی اپنی نیکی پر فخر نہیں کیا بلکہ قبولیت کی دعا مانگی۔ یہی طرزِ عمل ہر مومن کے لیے بہترین نمونہ ہے۔

حج اور عمرہ بندۂ مومن کی روحانی زندگی میں ایک نئی پاکیزگی پیدا کرتا ہے۔ جب وہ بیت اللہ کے سامنے کھڑا ہو کر اپنے ربّ سے مناجات کرتا ہے تو اس کے دل کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے، ایمان تازہ ہو جاتا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا گہرا احساس ہوتا ہے۔

ایک اور حدیث میں رسول اللہ خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

ترجمہ: ''ایک عمرہ دوسرے عمرے تک کے گناہوں کا کفارہ ہے، اور حجِ مبرور (قبول حج) کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں۔''

(متفق علیہ)

یہ حدیث بیت اللہ کی حاضری کی فضیلت اور روحانی اثرات کو واضح کرتی ہے۔ اسی لیے جو شخص ایک بار خانہ کعبہ کی زیارت کر لیتا ہے، اس کے دل میں بار بار وہاں حاضر ہونے کی تڑپ پیدا ہو جاتی ہے۔ شاعر کے الفاظ ''دیکھوں تو دیکھے جاؤں برابر'' اسی والہانہ کیفیت کی ترجمانی کرتے ہیں، جبکہ ''اللہ اکبر'' یہاں صرف تسبیح نہیں بلکہ اظہارِ تحیر ہے۔ یعنی شاعر بیت اللہ کی بے مثال رونق، جلال اور روحانی عظمت کو دیکھ کر حیرت زدہ ہو جاتا ہے اور بے اختیار اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کرنے لگتا ہے۔ کیوں کہ بیت اللہ میں اللہ تعالیٰ کے جلوؤں کا عکس نظر آتا ہے۔ اس روحانی کیفیت کی ترجمانی ایک شاعر نے یوں کی ہے:

؎ یہ کعبے کی چوکھٹ یہ بیت الحرم
یہ میزاب رحمت، حطیم و حجر
ہے جنت کا ٹکڑا یہ سارا جہاں
درِ کعبہ پہ جھکتا ہے سارا نگر

فنی محاسن:

اس شعر میں سادہ، دل نشین اور مؤثر زبان استعمال ہوئی ہے۔ ''اللہ اکبر'' کی تکرار سے شعر میں موسیقیت، زور اور اظہارِ تحیّر کی کیفیت پیدا ہوئی ہے، جبکہ ''دیکھوں تو دیکھے جاؤں برابر'' میں مومن کے شوق، وارفتگی اور روحانی انہماک کی نہایت خوبصورت عکاسی کی گئی ہے۔ منظر نگاری، جذبات نگاری، تکرار اور سلاستِ بیان نے شعر کے حسن کو دوبالا کر دیا ہے۔

شعر نمبر 2

حمد خدا سے تر ہیں زبانیں، کانوں میں رَس گھولتی ہیں اذانیں
بس اِک صدا آ رہی ہے برابر، اللہ اکبر، اللہ اکبر

مفہوم:

شاعر بیت اللّٰہ کے روحانی ماحول کی تصویر کشی کرتے ہوئے بیان کرتا ہے کہ وہاں ہر شخص کی زبان اللّٰہ تعالیٰ کے ذکر سے تر ہے، ہر طرف اذانوں کی دل نشین آوازیں گونج رہی ہیں اور اللّٰہ تعالیٰ کی کبریائی کا اعلان مسلسل سنائی دیتا ہے۔ اس ایمان افروز منظر کو دیکھ کر مومن کا دل اللّٰہ تعالیٰ کی محبت سے بھر جاتا ہے اور اس کی زبان سے بے اختیار ''اللّٰہ اکبر'' کے الفاظ جاری ہو جاتے ہیں۔

تشریح:

اس شعر میں شاعر نے خانہ کعبہ کے اس روحانی ماحول کی نہایت خوب صورت منظر کشی کی ہے جہاں ہر لمحہ اللّٰہ تعالیٰ کی حمد، ثنا، تسبیح، تکبیر، تہلیل و تقدیس اور دعا کی صدائیں بلند ہوتی رہتی ہیں۔ نماز کے اوقات میں اذان کی دل آویز آوازیں فضا کو پُر کیف بنا دیتی ہیں، جب کہ حج اور عمرہ کے دوران لاکھوں فرزندانِ اسلام ''لبیک اللھم لبیک'' کی صداؤں کے ساتھ اپنے ربّ کے حضور حاضری، اطاعت اور وفاداری کا اعلان کرتے ہیں۔ اس مقدس ماحول میں انسان خود کو دنیا کی آلائشوں سے دور اور اپنے ربّ کے بے حد قریب محسوس کرتا ہے۔ اس کے دل میں عاجزی، تقویٰ، اخلاص اور محبتِ الٰہی کے جذبات بیدار ہوتے ہیں اور وہ اپنے گناہوں پر نادم ہو کر اللّٰہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار بن جاتا ہے۔

اللّٰہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: ''آگاہ ہو جاؤ! اللّٰہ کی یاد ہی سے دل مطمئن ہوتے ہیں۔'' (سورۃ الرعد:۲۸)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی سکون اور قلبی اطمینان صرف اللّٰہ تعالیٰ کے ذکر میں ہے۔ بیت اللّٰہ کا ماحول ہر وقت ذکرِ الٰہی سے گونجتا رہتا ہے، اس لیے وہاں پہنچنے والا ہر مومن ایک ایسی روحانی طمانیت محسوس کرتا ہے جو دنیا کی کسی دوسری جگہ نصیب نہیں ہوتی۔

بقول شاعر:

؎ نامِ اِلٰہی تشنہ دہن کو ہے سَلسبیل
بے چین دل کو یاد سے اس کی سکون ہے

(امیر مینائی)

آج بھی دنیا بھر سے لاکھوں مسلمان بیت اللّٰہ کا رخ کرتے ہیں۔ وہاں پہنچ کر وہ تلبیہ، تسبیح اور تکبیر کے ذریعے اللّٰہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اپنی بندگی کا اظہار کرتے ہیں۔ اس منظر سے پوری امتِ مسلمہ کی وحدت، مساوات اور اخلاص کا حسین نمونہ سامنے آتا ہے۔

رسول اللّٰہ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

ترجمہ: ''میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ اپنے صحابہ کو حکم دیجیے کہ وہ اپنی

SAMPLE COPY
Not for Sale

آوازیں بلند کر کے تلبیہ پڑھیں، کیونکہ یہ حج کے شعائر میں سے ہے۔''

(جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تلبیہ حج کا ایک عظیم شعار ہے۔ جب لاکھوں مسلمان ایک آواز میں ''لبیک اللھم لبیک'' کہتے ہیں تو گویا وہ اپنے رب کے حکم پر حاضر ہونے اور اس کی کامل اطاعت کا اعلان کرتے ہیں۔ یہ روحانی منظر انسان کے دل سے غرور، نفرت اور دنیا کی محبت کو کم کرتا ہے اور اس میں اخلاص، عاجزی اور اللّٰہ تعالیٰ سے سچی وابستگی پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح جب حرم پاک میں اذان و اقامت کی آواز گونجتی ہے تو ایک روحانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

رسول اللّٰہ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

ترجمہ: ''جب تم مؤذن کو اذان دیتے سنو تو وہی کلمات کہو جو مؤذن کہتا ہے۔'' (متفق علیہ)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان اللّٰہ تعالیٰ کی عظمت اور بندگی کی طرف دعوت ہے۔ بیت اللّٰہ میں بار بار بلند ہونے والی اذانیں انسان کے دل و دماغ پر گہرا اثر ڈالتی ہیں، اسے غفلت سے بیدار کرتی ہیں اور اللّٰہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول کر دیتی ہیں۔ شاعر نے ''کانوں میں رس گھولتی ہیں اذانیں'' کہہ کر اذان کی اسی دل نشین تاثیر کو بیان کیا ہے۔ شعر کی ردیف ''اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر'' میں شاعر نے نہ صرف اذان کے الفاظ کی ترجمانی کی ہے بلکہ بیت اللّٰہ کے روحانی ماحول کی بھی عکاسی کی ہے۔ یہاں ''اللّٰہ اکبر'' اللّٰہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا اعلان بھی ہے اور شاعر کی حیرت، استعجاب اور قلبی وارفتگی کا اظہار بھی۔ گویا کعبہ کی روح پرور فضا اور مسلسل گونجتی ہوئی تکبیریں شاعر کو اس قدر متاثر کرتی ہیں کہ اس کی زبان سے بے اختیار اللّٰہ تعالیٰ کی بڑائی کے الفاظ جاری ہو جاتے ہیں۔

؎ یا حیُّ یا قدیر کی تھی ہر طرف پکار
تسبیح تھی کہیں، کہیں تہلیلِ کرد گار

(میر انیس)

یہ شعر بیت اللّٰہ کی اس روحانی وحدت کی یاد دلاتا ہے جو تمام مسلمانوں کو ایک مرکز پر جمع کر دیتی ہے۔

فنی محاسن:

اس شعر میں نہایت سادہ، سلیس اور دل نشین زبان استعمال ہوئی ہے۔ ''اللّٰہ اکبر'' کی تکرار سے موسیقیت، زورِ بیان اور اظہارِ تحیّر کی کیفیت پیدا ہوئی ہے، جب کہ ''کانوں میں رس گھولتی ہیں اذانیں'' میں دل کش منظر نگاری پائی جاتی ہے۔ جذبات نگاری، تکرار، سلاستِ بیان اور حسنِ انتخابِ الفاظ نے شعر کے ادبی حسن کو دوبالا کر دیا ہے۔

شعر نمبر 3

مانگی ہیں مَیں نے جتنی دعائیں، منظور ہوں گی، مقبول ہوں گی
میزابِ رحمت ہے میرے سر پر، اللہ اکبر، اللہ اکبر

مفہوم:

شاعر خانہ کعبہ میں حاضر ہو کر نہایت یقین اور امید کے ساتھ کہتا ہے کہ اس نے اپنے ربّ سے جتنی دعائیں مانگی ہیں، وہ ضرور قبول ہوں گی، کیوں کہ وہ رحمتِ الٰہی کے مرکز میں کھڑا ہے۔ خانہ کعبہ کے میزابِ رحمت کے نیچے کھڑے ہو کر وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت میں گھرا ہوا محسوس کرتا ہے، جس کے باعث اس کی زبان سے بے اختیار ''اللہ اکبر'' کے الفاظ ادا ہوتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی عظمت، کبریائی اور اس کی رحمت پر کامل یقین کا اظہار ہیں۔

تشریح:

اس شعر میں شاعر نے خانہ کعبہ کے ایک نہایت ایمان افروز، روح پرور اور دل کو چھو لینے والے منظر کی تصویر کشی کی ہے۔ جب بارش برستی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی علامت ہوتی ہے اور جب یہی بارش خانہ کعبہ کی چھت پر برستی ہے تو اس کا پانی میزابِ رحمت کے ذریعے نیچے حجرِ اسماعیل میں بہتا ہے۔ شاعر اس منظر کو رحمتِ الٰہی کے نزول کی علامت کے طور پر پیش کرتا ہے۔ اس کے تصور کے مطابق اگر ایک بندۂ مومن اس مبارک لمحے میں میزابِ رحمت کے نیچے کھڑا ہو کر اپنے رب کے حضور گڑگڑا کر دعائیں مانگے، آنسو بہائے اور اپنے دل کی تمنائیں پیش کرے تو اس کے دل میں قبولیتِ دعا کی امید کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔ اسے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے میں کھڑا ہو اور رحمت کی بارش اس پر برس رہی ہو۔ یہی ایمان افروز کیفیت شاعر کے یقین کو مضبوط کرتی ہے اور وہ پورے اعتماد سے کہتا ہے: ''مانگی ہیں میں نے جتنی دعائیں، منظور ہوں گی، مقبول ہوں گی۔''

اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: ''اور (اے نبی خَاتَمُ النَّبِيِّينَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ!) جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں تو (آپ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ فرما دیں) بے شک میں (ان کے) قریب ہوں میں (ہر) دُعا کرنے والے کی دُعا قبول کرتا ہوں جب بھی وہ مجھ سے دُعا کرے۔''

(سورۃ البقرہ:۱۸۶)

یہ آیت اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بے حد قریب ہے اور اخلاص کے ساتھ مانگی جانے والی دعا کو قبول فرماتا ہے۔ بیت اللہ میں حاضر ہونے والا مومن اسی یقین کے ساتھ اپنے ربّ سے مانگتا ہے کہ وہ رحمت و مغفرت کا مالک ہے اور اپنے

بندوں کو کبھی محروم نہیں لوٹاتا۔ شاعر کے الفاظ ''منظور ہوں گی، مقبول ہوں گی'' اسی کامل یقین اور حسنِ ظن کی ترجمانی کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: ''اور تمہارے ربّ نے فرمایا کہ تم مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دُعا (ضرور) قبول کروں گا۔'' (سورۃ المؤمن:۶۰)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دعا کی ترغیب دی ہے اور قبولیت کا وعدہ فرمایا ہے۔ دعا دراصل بندے کی عاجزی، بے بسی اور اپنے ربّ پر کامل اعتماد کا اظہار ہے۔ خانہ کعبہ جیسی مقدس جگہ پر جب بندہ اپنے ہاتھ اٹھاتا ہے تو اس کے دل میں امید، خشوع اور محبتِ الٰہی کی کیفیت مزید بڑھ جاتی ہے۔

بقول شاعر:

؎ برستے ہیں گہر انوار کے میزاب رحمت سے
کبوتر رقص میں ہیں بامِ کعبہ پر مسرت سے

دعا محض خواہشات کا اظہار نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اس پر کامل بھروسا کرنے کا نام ہے۔ بیت اللہ میں مانگی جانے والی دعاؤں میں انسان اپنے گناہوں کی معافی، دنیا و آخرت کی بھلائی، والدین، اہلِ خانہ اور پوری اُمتِ مسلمہ کی خیر و عافیت طلب کرتا ہے۔ یہی دعائیں اس کے ایمان کو مضبوط اور اس کے دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف مزید مائل کر دیتی ہیں۔

حرمِ مکّہ کی برکتیں بندے کے اخلاص اور نیت سے وابستہ ہیں۔ جب ایک مومن بیت اللہ کے قُرب میں، حرم کی برکتوں سے فیض یاب ہو کر اور رحمتِ الٰہی کے ماحول میں اپنے ربّ سے دعائیں مانگتا ہے تو اس کا یقین مزید مضبوط ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی التجاؤں کو ضرور شرفِ قبولیت عطا فرمائے گا۔

بارش کے اس حسین منظر میں جب سیاہ غلافِ کعبہ بارش کے قطروں سے تر ہو جاتا ہے، میزابِ رحمت سے پانی موتیوں کی طرح ٹپکتا ہے، حجرِ اسماعیل میں رحمت کی دھار بہ رہی ہوتی ہے اور ایک بندۂ مومن ہاتھ اٹھائے اپنے ربّ سے آہ و زاری کر رہا ہوتا ہے تو یہ منظر اس کے ایمان کو تازگی، دل کو سکون اور روح کو طہارت عطا کرتا ہے۔ شاعر نے اسی روحانی کیفیت کو ''میزابِ رحمت ہے میرے سر پر'' کے خوب صورت الفاظ میں سمو دیا ہے۔ اس کے بعد اس کی زبان سے نکلنے والا ''اللہ اکبر'' صرف تکبیر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت، جلال اور عظمت کو دیکھ کر پیدا ہونے والی کیفیتِ تحیر، شکر گزاری اور وارفتگی کا اظہار ہے۔ یہ شعر اس حقیقت کو اجاگر کرتا ہے کہ خانہ کعبہ رحمت، وحدت، بندگی اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کا سب سے عظیم مرکز ہے، جہاں ہر مومن اپنے ربّ کی رحمت کا امیدوار بن کر حاضر ہوتا ہے۔

فنی محاسن:

اس شعر میں نہایت سادہ، سلیس اور مؤثر زبان استعمال ہوئی ہے۔ ''منظور ہوں گی، مقبول ہوں گی'' میں یقین اور حسنِ ظن کی کیفیت نمایاں ہے، جب کہ ''میزابِ رحمت'' ایک بلیغ استعاراتی ترکیب ہے جو رحمتِ الٰہی کے نزول کی دل کش تصویر پیش کرتی ہے۔ ''اللہ اکبر'' کی تکرار

سے موسیقیت، روحانی تاثیر اور اظہارِ حیرت پیدا ہوا ہے، جب کہ منظر نگاری، جذبات نگاری اور حسنِ انتخابِ الفاظ نے شعر کے حُسن کو دوبالا کر دیا ہے۔

شعر نمبر 4

یاد آ گئیں جب اپنی خطائیں ، اشکوں میں ڈھلنے لگی التجائیں
رویا غلافِ کعبہ پکڑ کر ، اللہ اکبر ، اللہ اکبر

مفہوم:

شاعر بیان کرتا ہے کہ جب وہ بیت اللہ میں حاضر ہوا تو اسے اپنی زندگی کے گناہ، لغزشیں اور کوتاہیاں یاد آ گئیں۔ ندامت اور خوفِ خدا سے اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، وہ غلافِ کعبہ کو تھام کر اپنے ربّ سے مغفرت اور رحمت کی دعائیں مانگنے لگا۔ اس روحانی کیفیت میں اس کی زبان سے بے اختیار ''اللہ اکبر، اللہ اکبر'' کے الفاظ نکلنے لگے، جو اللہ تعالیٰ کی عظمت، رحمت اور اس کے حضور بندے کی عاجزی کا اظہار ہیں۔

تشریح:

اس شعر میں شاعر نے بیت اللہ کے سامنے ایک سچے مومن کی قلبی کیفیت کو نہایت مؤثر انداز میں پیش کیا ہے۔ شاعر کے تصور میں جب بندہ خانہ کعبہ کے سامنے حاضر ہوتا ہے تو دنیا کی تمام رنگینیاں اس کی نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہیں۔ اسے اپنی زندگی کی ہر چھوٹی بڑی خطا، ہر لغزش اور ہر کوتاہی یاد آنے لگتی ہے۔ اس کی آنکھیں اشک بار ہو جاتی ہیں اور اس کی دعائیں آنسوؤں کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ یہ فطری امر ہے کہ کعبۃ اللہ کا تصور ذہن میں آتے ہیں انسان کو اپنی خطائیں یاد آ جاتی ہیں جیسے انسان اللہ تعالیٰ کے حضور نامہ اعمال کے ساتھ پیش ہو رہا ہے اسی تصویر کو غالب نے یوں بیان کیا:

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب
شرم تم کو مگر نہیں آتی
(غالبؔ)

''رویا غلافِ کعبہ پکڑ کر'' اس شعر کا نہایت مؤثر اور جذباتی منظر ہے۔ شاعر کے نزدیک غلافِ کعبہ کو تھامنا اس عاجز غلام کی کیفیت کی علامت ہے جو اپنے مہربان مالک کے دامن سے لپٹ کر اپنی خطاؤں کی معافی مانگتا ہے۔ گویا بندۂ مومن پوری عاجزی، انکساری اور بے بسی کے ساتھ اپنے ربّ کے حضور حاضر ہے۔ شاعر اس منظر کو اللہ تعالیٰ کی رحمت، بندے کی ندامت اور مغفرت کی امید کی انتہائی خوبصورت تصویر کے طور پر پیش کرتا ہے۔ اس کیفیت میں بندے کے دل میں یہ یقین پیدا ہو جاتا ہے کہ جس ربّ نے اپنے گھر تک بلایا ہے، وہ اسے اپنی رحمت

SAMPLE COPY
Not for sale

سے محروم نہیں کرے گا، گویا انسان جی ہی جی میں سوچتا ہے کہ میں تو اس قابل نہیں تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی ہے کہ میں یہاں ہوں۔
بقول شاعر:

؎ غلافِ کعبہ تری عظمتوں کا کیا کہنا
عروسِ حسنِ ازل کا لباسِ نُور ہے تو
گناہ گار ترا کیوں نہ چوم لیں دامن
امینِ رازِ وفا، جلوہ زارِ طُور ہے تو
(زکی کیفی)

اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: ''فرما دیجیے اے میرے وہ بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللّٰہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا بے شک اللّٰہ سارے گناہ معاف فرما دیتا ہے بے شک وہ بڑا ہی بخشنے والا نہایت رحم فرمانے والا ہے۔'' (سورۃ الزمر:۵۳)

یہ آیت اللّٰہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت اور مغفرت کا اعلان ہے۔ انسان خواہ کتنے ہی گناہوں میں مبتلا کیوں نہ ہو، اگر وہ سچے دل سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ یہی امید بیت اللہ میں حاضر ہونے والے ہر مومن کے دل کو زندہ رکھتی ہے اور شاعر نے اسی امید کو اپنے اشعار میں سمو دیا ہے۔

اللّٰہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ کا ہمیشہ انتظار کرتا ہے۔ اس کی رحمت کے دروازے کبھی بند نہیں ہوتے۔ بیت اللّٰہ میں حاضر ہونے والا بندہ جب اپنے گناہوں پر نادم ہو کر آنسو بہاتا ہے تو وہ اپنے ربّ کی اسی رحمت کا امیدوار ہوتا ہے۔ شاعر نے اسی کیفیت کو نہایت مؤثر انداز میں بیان کیا ہے۔ بقول شاعر:

؎ عصیاں سے کبھی ہم نے کنارا نہ کیا
پر تو نے دل آزردہ ہمارا نہ کیا
ہم نے جہنم کی بہت کی تدبیر
لیکن تیری رحمت نے گوارا نہ کیا

یہاں توبہ کی عظمت واضح ہوتی ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ سچی توبہ کرنے والے بندے کو نہ صرف معاف فرما دیتا ہے بلکہ اس کے گناہوں کو بھی مٹا دیتا ہے۔ یہی یقین شاعر کے دل کو سکون دیتا ہے اور وہ غلافِ کعبہ سے لپٹ کر اپنے ربّ سے معافی مانگتا ہے۔

حج کی فضیلت کے بارے میں رسول اللہ خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

ترجمہ: ''جس نے اللّٰہ کے لیے حج کیا، پھر نہ بے حیائی کی اور نہ گناہ کیا، وہ اس دن کی طرح (گناہوں سے پاک) واپس لوٹتا ہے جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔'' (متفق علیہ)

جیسا کہ یہ حدیث حج کی روحانی برکات کو بیان کرتی ہے، بیت اللّٰہ میں حاضر ہونے والا مومن اپنے دل میں یہی آرزو رکھتا ہے کہ وہ اپنے ربّ کے گھر سے اس حال میں واپس لوٹے کہ اس کا دامن گناہوں سے پاک ہو چکا ہو۔ شاعر کے آنسو، اس کی دعائیں اور اس کی ندامت اسی پاکیزگی کی تمنا کی علامت ہیں۔

اللّٰہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعا سنتا اور قبول فرماتا ہے۔ بیت اللّٰہ جیسی مقدّس جگہ پر جب بندہ عاجزی، اخلاص اور آنسوؤں کے ساتھ اپنے ربّ کو پکارتا ہے تو اس کے یقین میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ شاعر نے اسی روحانی کیفیت کو غلافِ کعبہ کے سامنے روتے ہوئے ایک عاشقِ الٰہی کی تصویر میں ڈھال دیا ہے۔ بقول اقبالؒ:

؎ نہ کہیں جہاں میں اماں ملی، جو اماں ملی تو کہاں ملی
مرے جرم خانہ خراب کو، تیرے عفو بندہ نواز میں

شعر کے دوسرے مصرعے کے آخری حصے ''اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر'' میں شاعر کی کیفیت اپنے عروج پر پہنچ جاتی ہے۔ یہاں ''اللّٰہ اکبر'' صرف تکبیر نہیں بلکہ بندے کی ندامت، اللّٰہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت، مغفرت کی امید اور بیت اللّٰہ کی روحانی عظمت کو دیکھ کر پیدا ہونے والی کیفیتِ تحیّر، خشوع اور وارفتگی کا اظہار ہے۔ گویا شاعر یہ کہنا چاہتا ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ کی رحمت میرے گناہوں سے کہیں زیادہ وسیع ہے، اس لیے اسی کی کبریائی بیان کرنا بندے کی سب سے بڑی پناہ ہے۔ یہ شعر اس حقیقت کو اجاگر کرتا ہے کہ جب مومن اخلاص، توبہ اور محبتِ الٰہی کے ساتھ اپنے ربّ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اس کی پوری شخصیت ایمان، خشوع اور بندگی کا پیکر بن جاتی ہے۔ بقولِ شاعر:

؎ گناہ گارِ محبت ہوں اے غلافِ حَرَم
کھڑا ہوں شرم وندامت سے سر جھکائے ہوئے
مجھے سنبھال! خدا کے لیے سنبھال مجھے
شکستہ دل ہوں، قدم بھی ہیں لڑکھڑائے ہوئے

فنی محاسن:

اس شعر میں نہایت سادہ، پُرسوز اور دل نشین زبان استعمال ہوئی ہے۔ ''اشکوں میں ڈھلنے لگیں التجائیں'' ایک نہایت خوب صورت استعاراتی ترکیب ہے، جب کہ ''رویا غلافِ کعبہ پکڑ کر'' میں مؤثر منظر نگاری اور جذبات نگاری اپنے عروج پر ہے۔ ''اللّٰہ اکبر'' کی تکرار سے شعر میں موسیقیت، روحانی تاثیر اور اظہارِ تحیّر وخشیت کی کیفیت پیدا ہوئی ہے، جس نے شعر کے حسن کو مزید نکھار دیا ہے۔

SAMPLE COPY
Not for sale

شعر نمبر 5

بھیجا ہے جنت سے تجھ کو خدا نے ، چوما ہے تجھ کو خود مصطفیٰؐ نے
اے سنگِ اسود تیرا مقدّر ، اللہ اکبر ، اللہ اکبر

مفہوم:

شاعر حجرِ اسود کی عظمت اور فضیلت بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ مبارک پتھر اللہ تعالیٰ نے جنت سے بھیجا اور اسے یہ عظیم سعادت نصیب ہوئی کہ رسولِ اکرم خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے خود اسے بوسہ دیا۔ اسی وجہ سے حجرِ اسود کو مسلمانوں کے دلوں میں غیر معمولی محبت، احترام اور عقیدت حاصل ہے۔ شاعر اس کی خوش بختی پر رشک کرتے ہوئے بے اختیار ''اللہ اکبر، اللہ اکبر'' کہہ اٹھتا ہے۔

تشریح:

اس شعر میں شاعر نے بیت اللہ کے مقدس گوشے میں نصب حجرِ اسود کی عظمت، تاریخ اور روحانی مقام کو نہایت دل نشین انداز میں بیان کیا ہے۔ حجرِ اسود صرف ایک پتھر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ایک مبارک نشانی ہے، جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السّلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت اس کے مخصوص مقام پر نصب کیا۔ صدیوں سے کروڑوں مسلمان طواف کا آغاز اور اختتام اسی مقام سے کرتے ہیں اور اسے بوسہ دینے یا اس کی طرف اشارہ کرنے کو سعادت سمجھتے ہیں۔ شاعر اسی عظمت کو دیکھ کر اس کی خوش نصیبی پر رشک کرتا ہے کہ اسے وہ مقام حاصل ہوا جو دنیا کی کسی دوسری چیز کو نصیب نہیں ہوا۔

رسول اللہ خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

ترجمہ: '' حجرِ اسود جنت سے نازل ہوا۔ وہ دودھ سے بھی زیادہ سفید تھا، پھر بنی آدم کے گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا۔'' (جامع ترمذی)

جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حجرِ اسود ایک جنتی پتھر ہے۔ شاعر نے پہلے مصرعے ''بھیجا ہے جنت سے تجھ کو خدا نے'' میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اگرچہ آج اس کا رنگ سیاہ نظر آتا ہے، لیکن رسول اللہ خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ ابتدا میں وہ نہایت سفید تھا۔ یہ حدیث انسان کو یہ سبق بھی دیتی ہے کہ گناہ انسان کی روح کی طرح بعض اوقات علامتی طور پر مقدس چیزوں کے ساتھ بھی نسبت رکھ کر عبرت دلاتے ہیں، لہٰذا مومن کو ہمیشہ توبہ اور تقویٰ اختیار کرنا چاہیے۔

رسول اللہ خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے حجۃ الوداع اور دیگر مواقع پر حجرِ اسود کا استلام فرمایا اور اسے بوسہ دیا۔ اسی سنت کی پیروی میں مسلمان آج بھی حجرِ اسود کو بوسہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر ہجوم کی وجہ سے بوسہ دینا ممکن نہ ہو تو دور سے اس کی طرف ہاتھ اٹھا کر اشارہ کرتے اور ''بسم اللہ اللہ اکبر'' کہتے ہوئے استلام کرتے ہیں۔ یہ عمل اس پتھر کی عبادت نہیں بلکہ رسول اللہ خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی سنت سے محبت

اوراتباع کا اظہار ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حجرِ اسود کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

ترجمہ: ''میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے، نہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔ اگر میں نے رسول اللہ خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں کبھی تجھے بوسہ نہ دیتا۔''

(متفق علیہ)

یہ عظیم الشان قول اسلام کے عقیدۂ توحید کو واضح کرتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ تعلیم دی کہ مسلمان حجرِ اسود کو اس لیے بوسہ نہیں دیتے کہ وہ بذاتِ خود نفع یا نقصان پہنچاتا ہے، بلکہ اس لیے کہ رسول اللہ خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے اسے بوسہ دیا اور ہمیں آپ خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی سنت کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔ شاعر نے دوسرے مصرعے ''چوما ہے تجھ کو خود مصطفیٰ خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے'' میں اسی سعادت اور فضیلت کو نہایت خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔

بقولِ شاعر:

؎ عشق میرا تڑپ کے کہتا ہے
چوم لے نقش پائے شاہِ اُممؐ
حجرِ اسود کی ہے یہ خوش بختی
اس کی عظمت بڑھائے شاہِ اُممؐ

یہ حدیث حجرِ اسود کی عظمت اور اس کے روحانی مقام کو مزید نمایاں کرتی ہے۔ قیامت کے دن اس کا گواہی دینا اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پتھر کو اپنے شعائر میں ایک خاص مقام عطا فرمایا ہے۔ شاعر اسی غیر معمولی فضیلت پر حیرت اور عقیدت کا اظہار کرتا ہے۔

طواف کے دوران لاکھوں مسلمان حجرِ اسود کے قریب پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہر دل میں یہ آرزو ہوتی ہے کہ کسی طرح اس مبارک پتھر کو بوسہ دینے یا کم از کم ہاتھ لگانے کی سعادت حاصل ہو جائے۔ اگر ہجوم کی وجہ سے یہ ممکن نہ ہو تو وہ دور ہی سے اس کی طرف ہاتھ اٹھا کر اشارہ کرتے ہیں اور دل میں یہی احساس رکھتے ہیں کہ وہ رسول اللہ خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی سنت پر عمل کر رہے ہیں۔ شاعر نے اس پورے روحانی منظر کو صرف دو مصرعوں میں سمو دیا ہے۔ اس کے نزدیک اس بات سے حجرِ اسود کی خوش بختی میں اضافہ ہو جاتا ہے کہ ایک تو وہ جنّت سے آیا، دوسرا سرورِ کائنات حضرت محمد خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے لبِ مبارک نے اسے بوسہ دیا۔ یہی نسبت اس کی اصل عظمت اور اس کا سب سے بڑا مقدر ہے۔

رسول اللہ خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ سے یہ روایت بھی منقول ہے:

ترجمہ: ''اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حجرِ اسود کو اس حال میں اٹھائے گا کہ اس کی دو

SAMPLE COPY Not for sale

آنکھیں ہوں گی جن سے وہ دیکھے گا، ایک زبان ہوگی جس سے وہ بولے گا، اور وہ اس شخص کے حق میں گواہی دے گا جس نے حق کے ساتھ اس کا استلام کیا ہوگا۔'' (جامع ترمذی)

شعر کے آخری مصرعے ''اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر'' میں شاعر کی حیرت، عقیدت اور عشقِ رسول خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اپنے عروج پر پہنچ جاتے ہیں۔ یہاں ''اللّٰہ اکبر'' صرف تکبیر نہیں بلکہ اللّٰہ تعالیٰ کی قدرت، اس کی نشانیوں کی عظمت اور رسول اللّٰہ خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی نسبت سے ملنے والی فضیلت پر اظہارِ تحیر اور اظہارِ عقیدت ہے۔ گویا شاعر بے اختیار پکار اٹھتا ہے کہ اللّٰہ کی شان کتنی بلند ہے کہ اس نے ایک پتھر کو اپنے محبوب خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی نسبت سے ایسی عظمت عطا فرما دی جس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔ بقول شاعر:

؎ بات تو نسبتوں کی ہے ورنہ
حجر اسود بھی ایک پتھر ہے

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ کی نشانیوں کا احترام دراصل ایمان اور تقویٰ کی علامت ہے۔ حجرِ اسود بھی شعائرِ الٰہی میں سے ایک عظیم نشانی ہے، اس لیے مسلمان اس کی تعظیم رسول اللّٰہ خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی سنت کی پیروی میں کرتے ہیں، نہ کہ اس کی عبادت کے طور پر۔
بقول شاعر:

؎ یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

فنی محاسن:

اس شعر میں نہایت سادہ، پُراثر اور عقیدت سے بھرپور زبان استعمال ہوئی ہے۔ ''سنگِ اسود'' ایک پُرمعنی ترکیب ہے، جب کہ ''تیرا مقدّر'' میں خوش نصیبی اور رَشک کا خوب صورت اظہار ملتا ہے۔ ''اللّٰہ اکبر'' کی تکرار سے شعر میں روحانی تاثیر، موسیقیت اور اظہارِ تحیر کی کیفیت پیدا ہوئی ہے۔ منظر نگاری، جذبۂ عقیدت، حسنِ انتخابِ الفاظ اور سلاستِ بیان اس شعر کے نمایاں فنی محاسن ہیں۔

شعر نمبر 6

محشر میں ہو نہ مجھے پیاس کا ڈر، ہوں مہرباں مجھ پہ ساقیِ کوثر
ربّ سے دعا کی زم زم کو پی کر ، اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر

مفہوم:

شاعر بیان کرتا ہے کہ اس نے بیت اللّٰہ میں آبِ زم زم نوش کرتے ہوئے اللّٰہ تعالیٰ سے یہ دعا کی ہے کہ قیامت کے دن میدانِ محشر

SAMPLE COPY Not for Sale

کی شدید پیاس سے اسے محفوظ رکھے، رسولِ اکرم خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اس پر مہربان ہوں، اس کی شفاعت فرمائیں اور اپنے دستِ مبارک سے حوضِ کوثر کا جام عطا کریں۔ دنیا میں زمزم کی برکت سے کی جانے والی یہ دعا آخرت میں کوثر کی نعمت اور شفاعتِ مصطفیٰ خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی آرزو کا حسین اظہار ہے۔

تشریح:

اس شعر میں شاعر نے نہایت دل نشین انداز میں دنیا اور آخرت کی دو عظیم نعمتوں، آبِ زمزم اور حوضِ کوثر، کو ایک دوسرے سے جوڑ دیا ہے۔ شاعر کی نگاہ صرف دنیا کی برکتوں تک محدود نہیں بلکہ آخرت کی کامیابی پر مرکوز ہے۔ وہ بیت اللّٰہ میں آبِ زمزم پیتے ہوئے اپنے ربّ سے یہ دعا کرتا ہے کہ جب قیامت کا دن برپا ہو، سورج سروں کے قریب آ جائے، میدانِ محشر کی گرمی اور پیاس ناقابلِ برداشت ہو جائے اور ہر انسان اپنی نجات کی فکر میں مبتلا ہو، تو اللّٰہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت محمد خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے طفیل اسے اس سخت پیاس سے محفوظ رکھے اور حوضِ کوثر کا پانی نصیب فرمائے۔ شاعر کے نزدیک زمزم دنیا کی سب سے بابرکت نعمت ہے اور کوثر آخرت کی سب سے عظیم نعمت، اس لیے وہ دنیا کے مقدس پانی کو پی کر آخرت کے مقدس پانی کی دعا مانگتا ہے۔ یہی خوبصورت مناسبت شعر کا مرکزی حسن ہے۔

؎ یاالٰہی! گرمیِ محشر سے جب بھڑکیں بدن
دامنِ محبوبؐ کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو

(احمد رضا بریلوی)

قیامت کے دن کی ہولناکی اور سختی کا ذکر متعدد احادیث میں آیا ہے۔ قیامت کے دن سورج مخلوق کے اتنا قریب ہوگا کہ لوگ اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں ڈوبے ہوں گے۔ اس ہولناک منظر میں انسان کو شدید گرمی، گھبراہٹ اور پیاس کا سامنا ہوگا۔ ہر شخص اپنی نجات کی فکر میں ہوگا اور کوئی کسی کے کام نہ آئے گا۔ شاعر کے الفاظ ''محشر میں ہو نہ مجھے پیاس کا ڈر'' اسی خوف اور فکرِ آخرت کی نہایت مؤثر ترجمانی کرتے ہیں۔ ایک سچا مومن دنیا میں رہتے ہوئے بھی آخرت کی اس گھڑی کو یاد رکھتا ہے اور اللّٰہ تعالیٰ سے اس دن کی آسانی کی دعا کرتا رہتا ہے۔

بقول شاعر:

؎ بہرِ کوثر و بیرِ زم زم، کردے کرم اے ربِّ اکرم
حشر کی پیاس سے مجھ کو بچانا، یااللّٰہ میری جھولی بھر دے

جیسا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے محبوب خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کو کوثر کی عظیم نعمت عطا فرمانے کا اعلان فرمایا۔ مفسّرین کے مطابق کوثر جنت کی وہ عظیم نہر ہے جس سے حوضِ کوثر وابستہ ہے، جہاں رسول اللّٰہ خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اپنی امّت کا استقبال فرمائیں گے۔

SAMPLE COPY
Not for sale

رسول اللہ خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

ترجمہ: ''میرا حوض ایک ماہ کی مسافت جتنا وسیع ہے، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا اور اس کی خوشبو مشک سے زیادہ عمدہ ہے، اور جو اس سے ایک مرتبہ پی لے گا، اسے پھر کبھی پیاس نہیں لگے گی۔'' (متفق علیہ)

یہ حدیث شاعر کے پورے خیال کی بنیاد معلوم ہوتی ہے۔ میدانِ محشر کی شدید پیاس کے بعد اگر کسی کو خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے دستِ مبارک سے حوضِ کوثر کا پانی نصیب ہو جائے تو اس کی پیاس ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گی۔ یہی وہ عظیم سعادت ہے جس کی تمنا شاعر اپنے ربّ سے کر رہا ہے۔

شاعر نے یہاں "ساقی کوثر" کی نہایت لطیف اور محبت بھری ترکیب استعمال کی ہے۔ اس سے مراد صرف وہ ہستی نہیں جو پانی پلائے گی بلکہ وہ رحمتِ عالم خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے شفاعتِ کبریٰ کا مقام عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: ''(اے نبی خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ !) بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی۔'' (سورۃ الکوثر:۱)

شاعر کی دعا صرف اتنی نہیں کہ مجھے پانی مل جائے، بلکہ وہ عرض کرتا ہے کہ ''ہوں مہرباں مجھ پہ ساقیِ کوثر'' یعنی میرے آقا خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ مجھ پر نظرِ کرم فرمائیں، میری شفاعت کریں، مجھے اپنی امت کے سعادت مند افراد میں شامل کریں اور اپنے مبارک آسمان ہاتھوں سے حوضِ کوثر کا جام عطا کریں۔ شاعر کے نزدیک اگر حضور اکرم خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی مہربانی نصیب ہو جائے تو میدانِ محشر کی سختیاں ہو جائیں اور بندے کی نجات کا سامان پیدا ہو جائے۔

یہ حدیث ہر گناہ گار مومن کے لیے امید کا چراغ ہے۔ شاعر بھی اسی امید کے ساتھ دعا کرتا ہے کہ قیامت کے دن اسے اپنے محبوب خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی شفاعت نصیب ہو اور ان کی مہربانی سے وہ حوضِ کوثر کی نعمت سے سرفراز ہو۔

بقول شاعر:

؎ خوشا لطافتِ آب و خوشا طہارتِ یم
بہشت میں ہے یہ تسنیم ، خاک پر زم زم

آبِ زمزم کی تاریخ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا روشن باب ہے۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی سعی، صبر اور توکل کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قدموں کے قریب زمزم کا چشمہ جاری فرمایا، جو آج تک جاری ہے اور کروڑوں مسلمانوں کے لیے باعثِ برکت ہے۔ یہ چشمہ اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی امیدوں اور دعاؤں کو کبھی رَد نہیں کرتا۔

رسول اللہ خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

ترجمہ: ''آبِ زمزم جس نیت سے پیا جائے، وہ اسی کے لیے ہے۔'' (سنن ابن ماجہ)

SAMPLE COPY Not for Sale

اسی یقین کے ساتھ شاعر زمزم نوش کرتا ہے، لیکن اس کی دعا دنیاوی آسائشوں کے لیے نہیں بلکہ آخرت کی کامیابی کے لیے ہے۔ وہ زمزم کے مقدس پانی کو پیتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ اسے میدانِ محشر میں پیاس سے نجات، رسول اللہ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ کی شفاعت اور حوضِ کوثر کا جام عطا فرمایا جائے۔ گویا دنیا کے مقدس پانی کو وسیلہ دعا بنا کر وہ آخرت کی سب سے بڑی نعمت طلب کرتا ہے۔

شعر کے آخری مصرعے ''اللہ اکبر، اللہ اکبر'' میں شاعر کی روحانی کیفیت اپنے عروج پر پہنچ جاتی ہے۔ یہاں ''اللہ اکبر'' اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت، زمزم کی برکت، کوثر کی بشارت، شفاعتِ مصطفیٰ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ کی امید اور میدانِ محشر کی نجات کے تصور پر پیدا ہونے والی کیفیت کا اظہار ہے۔

رسول اللہ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ سے سچی محبت، وفاداری اور اتباع ہی دنیا و آخرت کی حقیقی کامیابی کا راستہ ہے، اور حوضِ کوثر کی سعادت بھی اسی محبت اور وفاداری کا عظیم انعام ہے۔

بقول اقبالؒ:

؎ کی محمدؐ سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

فنی محاسن:

اس شعر میں نہایت سادہ، سلیس اور مؤثر زبان استعمال ہوئی ہے۔ ''ساقیِ کوثر'' ایک بلیغ استعاراتی و تلمیحی ترکیب ہے، جبکہ زمزم اور حوضِ کوثر کے درمیان قائم کی گئی معنوی مناسبت شعر کا نمایاں ادبی حسن ہے۔ ''اللہ اکبر'' کی تکرار سے روحانی فضا، موسیقیت اور اظہارِ تحیّر و شکر پیدا ہوا ہے۔ منظر نگاری، فکرِ آخرت، عشقِ رسول خَاتَمُ النَّبِيِّينَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ، حسنِ انتخابِ الفاظ اور سلاستِ بیان نے شعر کے فنی حسن کو دوبالا کر دیا ہے۔

شعر نمبر 7

تیرے کرم کی کیا بات مولا، تیرے حرم کی کیا بات مولا
تا عمر کر دے آنا مقدّر ، اللہ اکبر، اللہ اکبر

مفہوم:

شاعر اللہ تعالیٰ کے بے پایاں فضل و کرم اور حرمِ مکہ کی عظمت کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے عرض کرتا ہے کہ اے میرے پروردگار! تیرا احسان ہے کہ تو نے مجھے اپنے مقدّس گھر کی حاضری نصیب فرمائی۔ میری یہ سعادت ہمیشہ قائم رکھ اور زندگی بھر بار بار اپنے حرم کی حاضری نصیب فرما۔ حرم کی عظمت، برکت اور روحانی فضائل ایسے ہیں کہ الفاظ میں بیان کرنے سے قاصر ہوں تیری عظمت و کبریائی دیکھ کر زبان سے

SAMPLE COPY Not for sale

بے اختیار اللہ اکبر نکلتا ہے۔

تشریح:

اس شعر میں شاعر نے اللّٰہ تعالیٰ کے فضل و احسان اور حرمِ مکہ کی بے مثال عظمت کو نہایت مؤثر اور والہانہ انداز میں بیان کیا ہے۔ شاعر سب سے پہلے اس حقیقت کا اعتراف کرتا ہے کہ بیت اللّٰہ کی حاضری انسان کی اپنی کوشش یا استطاعت کا نتیجہ نہیں بلکہ اللّٰہ تعالیٰ کے خاص فضل، کرم اور توفیق کا ثمر ہے۔ دنیا میں کروڑوں مسلمان بیت اللّٰہ کی زیارت کی آرزُو رکھتے ہیں، مگر سعادت اسی کے حصے میں آتی ہے جسے اللّٰہ تعالیٰ اپنے دربار میں حاضر ہونے کی اجازت عطا فرماتا ہے۔ اسی لیے شاعر اپنے ربّ کے حضور شکر گزار ہے اور دعا کرتا ہے کہ جس طرح اس بار حاضری نصیب ہوئی ہے، اسی طرح ساری زندگی بار بار اپنے گھر کی حاضری عطا فرماتا کہ میں ہر مرتبہ ایمان، محبت اور روحانیت کا نیا سرمایہ حاصل کر سکوں۔

بقول شاعر:

؎ جو کچھ ہوا، ہوا کرم سے تیرے
جو کچھ ہو گا، تیرے کرم سے ہو گا

اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: ''اور اللّٰہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا (فرض) ہے جو کوئی بھی اِس کی طرف جانے کی استطاعت رکھتا ہو۔'' (سورۃ آلِ عمران:۹۷)

یہ آیت بتاتی ہے کہ بیت اللّٰہ کی حاضری اللّٰہ تعالیٰ کا عظیم حکم اور بہت بڑا شرف ہے۔ استطاعت عطا کرنا بھی اللّٰہ کا فضل ہے اور اس حکم پر عمل کی توفیق دینا بھی اسی کا کرم ہے۔ شاعر اسی ربِّ کریم کے احسانات کا اعتراف کرتے ہوئے کہتا ہے: "تیرے کرم کی کیا بات مولا۔" بقول شاعر:

؎ ہر سال طلب فرما مجھ کو، ہر سال یہ شہر دکھا مجھ کو
ہر سال کروں میں طوافِ حرم، اللّٰہ کرم، اللّٰہ کرم

(سیّد صبیح الدین رحمانی)

حرمِ مکہ محض ایک عبادت گاہ نہیں بلکہ اللّٰہ تعالیٰ کی عظیم نشانیوں کا مرکز ہے۔ یہی وہ سرزمین ہے جہاں خانہ کعبہ، حجرِ اسود، مقامِ ابراہیم، حجرِ اسماعیل، صفا و مروہ، آبِ زمزم اور مسجدِ حرام جیسے مقدس مقامات موجود ہیں۔ ہر مقام اپنے اندر اللّٰہ تعالیٰ کی قدرت، انبیائے کرام علیہم السلام کی یاد اور ایمان افروز تاریخ سموئے ہوئے ہے۔ خانہ کعبہ توحید کی علامت ہے، حجرِ اسود سنتِ نبوی خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی یاد دلاتا ہے، صفا و مروہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے صبر و توکل کا استعارہ ہیں، زمزم اللّٰہ تعالیٰ کی رحمت کا جاری چشمہ ہے اور مقامِ ابراہیم حضرت

SAMPLE COPY
Not for sale

ابراہیم علیہ السلام کی اطاعت اور قربانی کی یادگار ہے۔ شاعر جب کہتا ہے ''تیرے حرم کی کیا بات مولا'' تو گویا وہ ان تمام شعائرِ الٰہی کی عظمت کو ایک ہی مصرعے میں سمو دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: ''بے شک صفا اور مروہ (پہاڑ) اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔'' (سورۃ البقرہ:۱۵۸)

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ حرم کے مختلف مقامات اللہ تعالیٰ کے شعائر ہیں۔ ان کی تعظیم اور احترام ایمان اور تقویٰ کی علامت ہے۔ شاعر اسی لیے کہتا ہے کہ حرم کی عظمت کو الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں، کیونکہ یہاں ہر قدم پر اللہ تعالیٰ کی نشانی، رحمت اور برکت جلوہ گر ہے۔

حرم اور اس کے شعائر سے محبت دراصل اللہ تعالیٰ سے محبت اور تقویٰ کی علامت ہے۔ ایک مومن جب بیت اللہ میں داخل ہوتا ہے تو اس کے دل میں خشوع، محبت، عاجزی اور شکر کے جذبات موجزن ہو جاتے ہیں، کیوں کہ اسے محسوس ہوتا ہے کہ وہ زمین کے سب سے مقدّس مقام پر کھڑا ہے۔

رسول اللہ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

ترجمہ: ''مسجدِ حرام میں ایک نماز دوسری مساجد کی ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے۔''

(مسند احمد، سنن ابن ماجہ)

یہ حدیث مسجدِ حرام کی عظمت کو نمایاں کرتی ہے۔ یہاں کی ہر عبادت، ہر دعا، ہر تلاوت اور ہر نیکی کئی گنا اجر و ثواب کا باعث بنتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر صاحبِ ایمان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اسے بار بار اس مقدس سرزمین پر حاضر ہونے کا موقع ملے۔

حرم میں ہر لمحہ ایک منفرد روحانی منظر دکھائی دیتا ہے۔ خانہ کعبہ کا دیدار، مسلسل گونجتی ہوئی ''اللہ اکبر'' کی صدائیں، اذانوں کی دل نواز آوازیں، لاکھوں فرزندانِ اسلام کا طواف، صفا و مروہ کی سعی، زمزم کا چشمہ، حجرِ اسود کا استلام، حطیم میں مانگی جانے والی دعائیں، ذکر و تلاوت میں مشغول زائرین اور ہر سمت رحمت و سکون کا احساس، یہ سب مل کر حرم کو دنیا کا سب سے عظیم روحانی مرکز بنا دیتے ہیں۔ شاعر ان تمام مناظر کو ایک ایک کر کے بیان کرنے کے بجائے صرف اتنا کہتا ہے: ''تیرے حرم کی کیا بات مولا'' گویا حرم کی عظمت اتنی وسیع ہے کہ اسے الفاظ کے دائرے میں قید نہیں کیا جا سکتا۔

بقول شاعر:

؎ دنیا کے بت کدوں میں ہو پہلا گھر خدا کا
ہم اس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا

اسی لیے شاعر آخر میں دعا کرتا ہے ''تا عمر کردے آنا مقدر'' یہ صرف دوبارہ حج یا عمرے کی خواہش نہیں بلکہ ایک عاشقِ الٰہی کے دل کی وہ تمنّا ہے کہ اس کی زندگی بار بار بیت اللہ کی حاضری، روحانی تازگی، ایمان کی تجدید، دعا، عبادت اور اللہ تعالیٰ کے قرب سے وابستہ رہے۔

SAMPLE COPY
Not for Sale

وہ چاہتا ہے کہ ہر بار حرم کی حاضری اس کے دل کو مزید پاک، ایمان کو مزید مضبوط اور زندگی کو مزید بابرکت بنا دے۔
بقول شاعر:

؎ سو بار بھی ہو آئیں تو لب پر یہ رہے گا
اللّٰہ دِکھا دے ہمیں اک بار حَرم اور!

(واجد امیر)

شعر کے اختتام پر ''اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر'' کے الفاظ شاعر کے جذبات کی نمائندگی کرتے ہیں۔ یہاں ''اللّٰہ اکبر'' اللّٰہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت، اس کے فضل و کرم، حرم کی عظمت اور اس کی بے شمار برکتوں کو دیکھ کر پیدا ہونے والی کیفیتِ تحیر، شکر، عشق اور وارفتگی کا اظہار ہے۔ گویا شاعر اعتراف کرتا ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ کی نعمتیں، اس کے حرم کی عظمت اور اس کے فضل و احسان کا مکمل بیان انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ حرمِ الٰہی کی عظمت کی ترجمانی کرتے ہوئے علامہ اقبالؒ نے کہا ہے:

؎ یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اگرچہ یہ شعر عمومی عبادت کے بارے میں ہے، لیکن حرمِ الٰہی میں ادا کی جانے والی عبادت کی روح اور بندگی کی عظمت کو بھی خوب نمایاں کرتا ہے، جہاں بندہ اپنے ربّ کے سب سے زیادہ قریب محسوس کرتا ہے۔

فنی محاسن:

اس شعر میں نہایت سادہ، مؤثر اور عقیدت آمیز زبان استعمال ہوئی ہے۔ ''تیرے کرم'' اور ''تیرے حرم'' سے شعر کے صوتی حسن کی دلکشی میں اضافہ ہوتا ہے، جب کہ ''تا عمر کر دے آنا مقدر'' میں دعا، آرزو اور حسنِ طلب نمایاں ہے۔ ''اللّٰہ اکبر'' کی تکرار سے روحانی فضا، موسیقیت اور اظہارِ تحیر و تشکّر کی کیفیت پیدا ہوئی ہے۔ تلمیح، منظر نگاری، جذبۂ عقیدت اور سلاستِ بیان اس شعر کے نمایاں فنّی محاسن ہیں۔

شعر نمبر 8

مولا صبیح اور کیا چاہتا ہے، بس مغفرت کی عطا چاہتا ہے
بخشش کے طالب پہ اپنا کرم کر ، اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر

مفہوم:

شاعر اللّٰہ تعالیٰ سے نہایت عاجزی، محبت اور امید کے ساتھ عرض کرتا ہے: ''اے میرے مولا! مجھے دنیا کی دولت، شہرت، آسائشیں اور عارضی نعمتیں نہیں چاہئیں، میں صرف تیری مغفرت، تیری رضا اور تیرا فضل و کرم چاہتا ہوں۔ اپنے رحم و کرم سے میرے گناہوں کو

SAMPLE COPY Not for sale

معاف فرما، مجھ پر اپنا خاص فضل فرما اور دنیا و آخرت میں مجھے کامیابی عطا فرما۔''

تشریح:

یہ اس حمد کا مقطع ہے اور مقطع میں شاعر نے پوری نظم کا خلاصہ نہایت مؤثر انداز میں بیان کر دیا ہے۔ ابتدا سے آخر تک شاعر نے بیت اللہ، حرمِ مکہ، حجرِ اسود، آبِ زم زم، میزابِ رحمت، حوضِ کوثر اور اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں کا ذکر کیا، لیکن جب اپنی اصل آرزو بیان کرنے کا موقع آیا تو اس نے دنیا کی کسی نعمت، آسائش یا کامیابی کی خواہش ظاہر نہیں کی، بلکہ صرف ایک دعا کی کہ ''بس مغفرت کی عطا چاہتا ہے۔'' گویا شاعر کے نزدیک انسان کی سب سے بڑی کامیابی اللہ تعالیٰ کی بخشش، رضا اور آخرت کی نجات ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو معاف فرما دے تو اسے ہر نعمت حاصل ہو جاتی ہے، لیکن اگر مغفرت نصیب نہ ہو تو دنیا کی بڑی سے بڑی کامیابی بھی بے وقعت ہے۔ یہی ایک مومن کی حقیقی فکر اور آخری منزل ہے۔ بقول شاعر:

؎ نہ کہیں جہاں میں اماں ملی، جو اماں ملی تو کہاں ملی
میرے جرم خانہ خراب کو تیرے عفو بندہ نواز میں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: ''اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمینوں جتنی ہے۔'' (سورۃ آل عمران:۱۳۳)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کو سب سے پہلے اپنی مغفرت کی طرف بڑھنے کا حکم دیا ہے، پھر جنت کا ذکر فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت تک پہنچنے کا راستہ اللہ تعالیٰ کی بخشش سے ہو کر گزرتا ہے۔ شاعر بھی اسی حقیقت کو سمجھتے ہوئے دنیا کی ہر خواہش سے بڑھ کر مغفرت کا سوال کرتا ہے، کیوں کہ جسے اللہ تعالیٰ معاف فرما دے، اس کے لیے جنت کی راہیں آسان ہو جاتی ہیں۔

یہ آیت اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت اور اس کی صفات الغفور اور الغفار کا عظیم اعلان ہے۔ انسان خواہ کتنی ہی خطاؤں میں مبتلا ہو جائے، اگر وہ اخلاص کے ساتھ توبہ اور استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے محروم نہیں کرتا۔ شاعر بھی اپنے اعمال پر فخر کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اور عرض کرتا ہے: ''بخشش کے طالب پہ اپنا کرم کر۔'' گویا اسے اپنے اعمال سے زیادہ اپنے رب کے فضل و کرم پر بھروسا ہے۔

اللہ تعالیٰ ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: ''فرما دیجیے اے میرے وہ بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا بے شک اللہ سارے گناہ معاف فرما دیتا ہے بے شک وہ بڑا ہی بخشنے والا نہایت رحم فرمانے والا ہے۔'' (سورۃ الزمر:۵۳)

SAMPLE COPY Not for sale

جب اللہ تعالیٰ کے محبوب، جو معصوم عن الخطا تھے، وہ بھی کثرت سے استغفار کرتے تھے تو عام انسان کو اس کی کتنی زیادہ ضرورت ہے۔ یہ حدیث ہمیں سکھاتی ہے کہ استغفار صرف گناہوں کی معافی کا ذریعہ نہیں بلکہ بندگی، عاجزی اور اللہ تعالیٰ سے مسلسل تعلق قائم رکھنے کا بہترین عمل ہے۔ شاعر بھی اسی سنتِ نبوی خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کو اختیار کرتے ہوئے اپنے رب سے مغفرت کی التجا کرتا ہے۔

رسول اللہ خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک اور موقع پر فرمایا:

ترجمہ: ''جو شخص استغفار کو لازم پکڑ لے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے، ہر غم سے نجات عطا کرتا ہے اور اسے وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔'' (سنن ابوداؤد)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ استغفار صرف آخرت کی کامیابی کا ذریعہ نہیں بلکہ دنیا کی پریشانیوں، غموں اور مشکلات کے حل کا بھی بہترین وسیلہ ہے۔ اسی لیے اہلِ ایمان ہر حال میں استغفار کو اپنا معمول بناتے ہیں۔ شاعر بھی جانتا ہے کہ دنیا کی تمام ضرورتیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے پوری ہو سکتی ہیں، لیکن اگر مغفرت مل جائے تو دنیا اور آخرت دونوں سنور جاتے ہیں۔

شاعر کے الفاظ ''بخشش کے طالب پہ اپنا کرم کر'' نہایت پُرمعنی ہیں۔ یہاں وہ اپنے اعمال، عبادات یا نیکیوں کا سہارا نہیں لیتا بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کے فضل، کرم، رحمت اور عفو کا طلب گار بنتا ہے۔ یہی قرآن و سنت کی تعلیم ہے کہ بندہ اپنے عمل پر غرور نہ کرے بلکہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے فضل کا امیدوار رہے۔ اسی لیے رسول اللہ خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے بھی فرمایا کہ کوئی شخص صرف اپنے اعمال کی وجہ سے جنّت میں داخل نہیں ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی اصل سبب ہوگی۔

یہ شعر دراصل ہر صاحبِ ایمان کے دل کی آواز ہے۔ بیت اللہ کی حاضری، طواف، سعی، زمزم، حجرِ اسود، میزابِ رحمت اور دیگر تمام عبادات کا اصل مقصد بھی یہی ہے کہ انسان اپنے ربّ کے حضور جھک کر اپنے گناہوں کی معافی مانگے، دل کو گناہوں سے پاک کرے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرے۔ شاعر اسی لیے پوری حمد کے اختتام پر اعلان کرتا ہے کہ مجھے دنیا کی کسی اور نعمت کی خواہش نہیں، اگر میرا ربّ مجھے معاف کر دے تو یہی میری سب سے بڑی کامیابی، سب سے بڑی دولت اور سب سے بڑی نعمت ہے۔

شعر کی ردیف ''اللہ اکبر، اللہ اکبر'' میں شاعر کی روحانی کیفیت اپنے عروج پر پہنچ جاتی ہے۔ یہاں ''اللہ اکبر'' صرف تکبیر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت، اس کی صفتِ غفوریت، بندے کی عاجزی، مغفرت کی امید اور اس کے فضل و کرم پر کامل یقین کے باعث پیدا ہونے والی کیفیتِ تحیر، شکر، محبت اور بندگی کا اظہار ہے۔ گویا شاعر پوری حمد کا اختتام اس اعلان پر کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے، اسی کی رحمت سب سے وسیع ہے اور اسی کی مغفرت بندۂ مومن کی سب سے بڑی آرزو ہے۔

؎ کرم مانگتا ہوں عطا مانگتا ہوں
الٰہی میں تجھ سے دعا مانگتا ہوں

فنی محاسن:

اس شعر میں نہایت سادہ، پُر اثر اور دعائیہ اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ ''مغفرت''، ''عطا''، ''بخشش'' اور ''کرم'' جیسے الفاظ شعر کے مرکزی مضمون کو نمایاں کرتے ہیں۔ ''اللّٰہ اکبر'' کی تکرار سے روحانی کیفیت، موسیقیت اور اظہارِ تحیّر، شکر اور بندگی کا حسن پیدا ہوا ہے۔ حسنِ دعا، عجز و انکسار، سلاستِ بیان اور الفاظ کی معنوی ہم آہنگی اس شعر کے نمایاں فنی محاسن ہیں۔

مشق

1۔ حمد کے متن کے مطابق درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیں۔

(الف) حرمِ الٰہی میں پہنچ کر شاعر پر حیرت کیوں طاری ہے؟

جواب: کعبے کی پُر نور رونق اور عظمتِ الٰہی کا منظر دیکھ شاعر پر حیرت طاری ہے۔

(ب) اپنی خطائیں یاد آنے پر شاعر کی کیا کیفیت ہوئی؟

جواب: اپنی خطائیں یاد آنے پر شاعر غلافِ کعبہ پکڑ کر گریہ وزاری کرتے ہوئے اپنی مغفرت کے لیے دعائیں کر رہا ہے۔

(ج) ''میزابِ رحمت'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: میزاب عربی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی ''پرنالہ'' ہے۔ کعبۃ اللّٰہ کی چھت سے جس سنہری پرنالہ کے ذریعے بارش کا پانی نیچے گرتا ہے اس کو میزابِ رحمت کہتے ہیں۔

(د) شاعر نے زم زم پی کر کیا دعا کی؟

جواب: زم زم پی کر شاعر نے دعا کی ہے کہ قیامت والے دن پیاس کی شدت سے محفوظ فرما اور حضور اکرم خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے ہاتھوں سے حوضِ کوثر کا جام نصیب فرما۔

(ہ) شاعر نے مقطع میں اپنی کس چاہت کا اظہار کیا ہے؟

جواب: مقطع میں شاعر نے اللّٰہ تعالیٰ سے خصوصی فضل و کرم کی دعا کی ہے اور مغفرت طلب کی ہے۔

2۔ حمد کے متن کے مطابق درست جواب کا انتخاب کریں:

۱۔ برابر صدا آ رہی ہے:

(الف) سبحان اللّٰہ (ب) الحمدللّٰہ (ج) ✓ اللّٰہ اکبر (د) استغفر اللّٰہ

۲۔ شاعر کی التجائیں ڈھلنے لگی ہیں:

(الف) جذبوں میں (ب) ✓ اشکوں میں (ج) دعاؤں میں (د) لفظوں میں

SAMPLE COPY Not for sale

۳۔ شاعر اللہ تعالیٰ کے حضور طالب ہے:

(الف) مغفرت کا (ب) عنایت کا (ج) کرم کا (د)✓ بخشش کا

۴۔ کانوں میں رس گھولتی ہیں:

(الف)✓ اذانیں (ب) دعائیں (ج) صدائیں (د) ہوائیں

۵۔ چوما ہے تجھ کو خود مصطفیٰ نے، اے:

(الف) رکن یمانی (ب) مقام ابراہیمؑ (ج) ✓ سنگِ اسود (د) حجر اسماعیلؑ

3۔ حمد کے مطابق درست لفظ لگا کر مصرعے مکمل کریں۔

(الف) کعبے کی رونق کعبے کا منظر، اللہ اکبر، اللہ اکبر

(ب) یاد آ گئیں جب اپنی خطائیں، اشکوں میں ڈھلنے لگی التجائیں

(ج) محشر میں ہو نہ مجھے پیاس کا ڈر، ہوں مہرباں مجھ پہ ساقیِ کوثر

(د) رب سے دعا کی زم زم کو پی کر، اللہ اکبر، اللہ اکبر

(ہ) حمدِ خدا سے تر ہیں زبانیں کانوں میں رس گھولتی ہیں اذانیں

4۔ ''سنگِ اسود'' کی تلمیح کی وضاحت کریں شاعر نے اس کی کیا عظمت بیان کی ہے؟ کسی مستند حوالے سے معلوم کر کے بتائیں کہ اس سلسلے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کیا بیان ہے۔

جواب: اس تلمیح میں شاعر نے اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حجرِ اسود کو بوسہ دیا اور فرمایا: "میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے، نہ کسی کو نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان۔ اگر میں نے رسول اللہ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلَى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی تجھے بوسہ نہ دیتا۔" (متفق علیہ)

5۔ حج بیت اللہ کے حوالے سے درج ذیل الفاظ کے اصطلاحی معانی بیان کریں۔

حرم ، میزابِ رحمت، غلافِ کعبہ، ساقیِ کوثر

یہ چاروں اصطلاحات اسلامی تہذیب، تاریخ اور مذہبی ادب میں خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ ان کے اصطلاحی مفاہیم درج ذیل ہیں:

1۔ حرم:

حرم اس مقدس اور محترم علاقے کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے خاص تقدس عطا فرمایا ہو اور جہاں بعض مخصوص احکام نافذ ہوں۔ ''حرم'' سے مراد مسجد الحرام اور اس کے گرد متعین کردہ حد ہے، جہاں شکار کرنا، درخت کاٹنا اور لڑائی کرنا ممنوع ہے۔ اسی طرح مدینہ منورہ کا بھی ایک حرم ہے جسے حرمِ مدینہ کہا جاتا ہے۔

SAMPLE COPY Not for Sale

2۔ میزابِ رحمت:

میزابِ رحمت خانہ کعبہ کی چھت پر نصب سونے کا وہ پرنالہ ہے جس سے بارش کا پانی حِجرِ اسماعیل میں گرتا ہے۔ عوام میں یہ عقیدہ مشہور ہے کہ اس کے نیچے دعا کرنا باعثِ قبولیت ہے، تاہم اس بارے میں کوئی صحیح مرفوع حدیث ثابت نہیں۔ اسے "میزابِ رحمت" اس لیے کہا جاتا ہے کہ بارش اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور یہ پرنالہ اسی پانی کو نیچے بہاتا ہے۔

3۔ غلافِ کعبہ:

غلافِ کعبہ یا کسوہ کعبہ وہ سیاہ ریشمی کپڑا ہے جو ہر سال خانہ کعبہ پر چڑھایا جاتا ہے۔ اس پر سونے اور چاندی کے دھاگوں سے قرآنی آیات اور اسلامی نقوش کشیدہ کیے جاتے ہیں۔ غلافِ کعبہ خانہ کعبہ کی تعظیم، تکریم اور اسلامی تہذیب کی ایک عظیم علامت ہے۔

4۔ ساقی کوثر:

''ساقی'' پلانے والے کو اور ''کوثر'' جنت کی اس نہر یا اس حوض کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کو عطا فرمایا ہے۔ ساقی کوثر سے مراد حضرت محمد خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ ہیں، جو قیامت کے دن اپنے حوضِ کوثر سے اپنی امت کو پانی پلائیں گے۔ یہ لقب حضور اکرم خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی فضیلت، شفاعت اور امت پر خصوصی شفقت کی علامت ہے۔

6۔ کسی مستند ماخذ سے استفادہ کر کے آبِ زم زم کی تاریخ بیان کریں۔

جواب: آبِ زمزم کی تاریخ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے اس عظیم واقعے سے وابستہ ہے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قدموں کے قریب معجزانہ طور پر پانی کا چشمہ جاری فرمایا، جو بعد میں ایک مستقل کنویں کی صورت اختیار کر گیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ یہ کنواں ریت تلے دب گیا، پھر حضرت عبدالمطلب نے اللہ تعالیٰ کی رہنمائی سے اسے دوبارہ دریافت کر کے جاری کیا۔ رسول اللہ خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیل کی والدہ (ہاجرہ) پر رحم فرمائے، اگر وہ زمزم کے پانی کو نہ روکتیں تو یہ ایک بہتا ہوا چشمہ ہوتا۔'' (صحیح البخاری: ۳۳۶۴)۔ اسلامی ادوار میں اس کنویں کی کئی مرتبہ تعمیر و توسیع کی گئی، جب کہ موجودہ سعودی دور میں جدید برقی پمپوں، فلٹریشن اور خودکار نظام کے ذریعے آبِ زمزم کو محفوظ انداز میں لاکھوں زائرین تک پہنچایا جا رہا ہے، تاہم اس کا اصل منبع آج بھی وہی مبارک چشمہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیے جاری فرمایا تھا۔

7۔ درج ذیل تراکیب کو جملوں میں استعمال کریں۔

غلافِ کعبہ، ساقیِ کوثر، سنگِ اسود

جواب:

1۔ غلافِ کعبہ کو دیکھ کر دل پر روحانی کیفیت طاری ہو گئی اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کا احساس مزید گہرا ہو گیا۔

2۔ میں نے طوافِ کعبہ کے آغاز میں سنتِ نبوی خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی پیروی کرتے ہوئے حجرِ اسود کا استلام کیا۔

SAMPLE COPY
Not for Sale

3۔ ہر مسلمان کی یہ تمنا ہے کہ قیامت کے دن ساقی کوثر حضرت محمد خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے دستِ مبارک سے حوضِ کوثر کا پانی نصیب ہو۔

8۔ اگر آپ نے حج یا عمرہ کی سعادت حاصل کی ہے تو اپنے تجربات ومشاہدات کی روشنی میں یا اپنے بزرگوں سے (جنھوں نے حج/عمرہ کیا ہے) پوچھ کر حج/عمرہ کی روداد اپنے الفاظ میں بیان کریں۔

جواب: عمرہ کی روح پرور روداد

الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مجھے عمرہ کی سعادت نصیب ہوئی، جو میری زندگی کا ایک یادگار، روح پرور اور ایمان افروز سفر ثابت ہوا۔ مدتوں سے دل میں یہ آرزو موجزن تھی کہ بیت اللہ کی زیارت نصیب ہو، خانہ کعبہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھوں، روضہ رسول خَاتَمُ النَّبِیّٖن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ پر حاضری دوں اور ان مقدس مقامات پر اپنے رب کے حضور سجدہ شکر ادا کروں۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ خواہش پوری کی تو دل خوشی، شکر گزاری اور عاجزی کے جذبات سے بھر گیا۔

سفر کی تیاری کے دوران دل میں ایک عجیب سی کیفیت تھی۔ ایک طرف خوشی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی حاضری کے لیے منتخب فرمایا، تو دوسری طرف یہ احساس بھی تھا کہ معلوم نہیں میری عبادتیں کس حد تک قبول ہوں گی۔ احرام باندھ کر جب زبان پر ''لبیك اللھم لبیك، لبیك لا شریك لك لبیك، ان الحمد و النعمة لك و الملك، لا شریك لك'' جاری ہوا تو ایسا محسوس ہوا جیسے دنیا کی تمام مصروفیات اور فکریں پیچھے رہ گئی ہوں اور اب زندگی کا واحد مقصد اپنے رب کی رضا حاصل کرنا ہے۔

جب پہلی مرتبہ مسجد الحرام میں داخل ہوا اور اچانک خانہ کعبہ پر نظر پڑی تو زبان خاموش اور آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔ وہ منظر الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ایسا محسوس ہوا جیسے برسوں کی دعائیں قبول ہو گئی ہوں اور دل کو وہ سکون مل گیا ہو جس کی تلاش میں انسان پوری زندگی بھٹکتا رہتا ہے۔ اس لمحے بے اختیار اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اپنے لیے، اپنے والدین، اساتذہ، امتِ مسلمہ اور پوری انسانیت کے لیے دعائیں کیں۔

طوافِ کعبہ میرے لیے اس سفر کا سب سے روحانی لمحہ تھا۔ لاکھوں مسلمان ایک ہی مرکز کے گرد طواف کر رہے تھے۔ رنگ، نسل، زبان اور قومیت کا ہر فرق مٹ چکا تھا۔ سب ایک ہی ربّ کے بندے تھے اور اسی کے حضور عاجزی سے جھکے ہوئے تھے۔ یہ منظر اسلام کی وحدت، مساوات اور اخوت کا عملی نمونہ محسوس ہوتا تھا۔ ہر چکر کے ساتھ دل اللہ تعالیٰ کے مزید قریب ہوتا جا رہا تھا اور گناہوں پر ندامت کے جذبات بڑھتے جا رہے تھے۔

طواف کے بعد مقامِ ابراہیم کے قریب دو رکعت نماز ادا کی، پھر آبِ زمزم نوش کیا۔ زمزم کا ہر گھونٹ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی قربانی، صبر اور اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسے کی یاد تازہ کر رہا تھا۔ اس کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی۔ سعی کرتے ہوئے یہ احساس دل میں پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے والوں کی محنت کبھی ضائع نہیں جاتی۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی بے مثال استقامت اور اللہ تعالیٰ کی رحمت نے اس مقام کو قیامت تک کے لیے عبادت کا حصہ بنا دیا۔

عمرے کی ادائیگی کے بعد مسجد الحرام میں نمازیں ادا کرنا، قرآنِ مجید کی تلاوت کرنا اور بیت اللہ کو دیکھتے ہوئے دعا کرنا ایک ایسا روحانی تجربہ ہے جسے الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔ ہر لمحہ یہی احساس ہوتا تھا کہ دنیا کی تمام آسائشیں اور کامیابیاں اس سکون کے سامنے ہیچ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے گھر میں نصیب ہوتا ہے۔

اس کے بعد مدینہ منورہ جانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ جیسے ہی مسجد نبوی خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے سبز گنبد پر نظر پڑی، دل محبتِ رسول خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ سے لبریز ہو گیا۔ روضہ اقدس پر حاضر ہو کر بارگاہِ رسالت میں سلام پیش کرنا زندگی کی سب سے بڑی سعادتوں میں سے ایک ہے۔ اس وقت دل میں عجیب سی کیفیت تھی؛ آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور زبان پر درود و سلام تھا۔ مسجد نبوی خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ میں عبادت، ریاض الجنۃ میں نماز اور پرسکون ماحول نے دل کو ایسا سکون عطا کیا جو دنیا کی کسی نعمت سے حاصل نہیں ہو سکتا۔

اس مبارک سفر نے مجھے یہ احساس دلایا کہ دنیا کی زندگی عارضی ہے اور اصل کامیابی اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کی تیاری میں ہے۔ عمرہ صرف چند عبادات کا نام نہیں بلکہ یہ اپنے نفس کا محاسبہ، گناہوں سے توبہ، اخلاق کی اصلاح اور اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس سفر نے مجھے صبر، شکر، عاجزی، اخلاص، بھائی چارے اور خدمتِ خلق کی اہمیت کا بھی عملی درس دیا۔

آخر میں میں اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے اپنے گھر کی حاضری اور رسولِ اکرم خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے شہر کی زیارت کی سعادت عطا فرمائی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو بار بار عمرہ اور حج کی سعادت نصیب فرمائے، ہماری عبادات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، ہمیں اپنی رضا کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے اور خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ آمین۔

9۔ درج ذیل اشعار کی تشریح کریں، مزید شعری حوالے بھی درج کریں۔

حمد خدا سے تر ہیں زبانیں، کانوں میں رَس گھولتی ہیں اذانیں
بس اک صدا آ رہی ہے برابر، اللہ اکبر، اللہ اکبر
تیرے کرم کی کیا بات مولا، تیرے حرم کی کیا بات مولا
تا عمر کر دے آنا مقدّر ، اللہ اکبر، اللہ اکبر

جواب: دیکھیں تشریح شعر نمبر 2 اور 7۔

SAMPLE COPY Not for sale